تھرڈ پارٹی انشورنس

مفتی محمد رفیع عثمانی

راقم کی حالیہ کتاب "اسلامی معیشت کی خصوصیات اور نظامِ سرمایہ داری" میں تھرڈ پارٹی انشورنس کی جو تفصیل پہلی دفعہ سامنے لائی گئی ہے، اِس سے نظامِ سرمایہ داری کی عیارانہ لوٹ مار کا ایک اور کرتب سامنے آتا ہے۔ یہ ایک قسم کا جبری انشورنس ہے جو تھرڈ پارٹی انشورنس کہلاتا ہے۔ یہ ہر اس شخص کو کرانا اور اس کی فیس (پریمیم) ہر سال انشورنس کمپنی کو ادا کرنا قانوناً لازم ہے جو کسی بھی چھوٹی بڑی گاڑی کا مالک ہو۔ حتی کہ موٹر سائیکل یا موٹر رکشہ بھی خواہ کتنی ہی بوسیدہ اور پرانی ہو اس سے مستثنیٰ نہیں۔

انشورنس کمپنی جو عموماً سرکاری نہیں ہوتی بلکہ افراد کی ملکیت ہوتی ہے اور لمیٹڈ ہوتی ہے، یہ فیس حکومت اور قانون کی طاقت استعمال کرتے ہوئے اتنی سختی اور پابندی سے وصول کرتی ہے کہ گاڑی کے دیگر کاغذات کی طرح اس انشورنس کا سرٹیفکیٹ بھی گاڑی میں موجود رہنا ضروری ہے، ورنہ پولیس چالان کر دیتی ہے۔

اس انشورنس کا کوئی فائدہ انشورنس کمپنی کے علاوہ کبھی گاڑی کے مالک کو بھی پہنچتا ہے یا نہیں؟ یا اس کی گاڑی سے جس بے چارے تھرڈ پارٹی کا نقصان ہو جائے، اس کے نقصان کی تلافی کی بھی کوئی صورت بنتی ہے یا نہیں؟ یہ معلوم کرنے کے لئے میں نے بہت سے گاڑی مالکان سے پوچھا (جن میں خود میں بھی داخل ہوں) سب کے جواب کا حاصل یہی تھا کہ حقیقتاً اور عملاً اس کا فائدہ ہمارے سامنے کچھ نہیں آیا سوائے اس کے کہ اس کی بدولت پولیس کے چالان سے بچ جاتے ہیں۔

اب جبکہ یہ مقالہ لکھ رہا ہوں اور انشورنس کی بات بھی آ ہی گئی تو میں نے اپنی زیرِ استعمال گاڑی کے کاغذات جو اسی انشورنس سے متعلق ہیں اور تقریباً پانچ صفحات پر مشتمل ہیں، زندگی میں پہلی بار نکال کر ان کا تفصیلی جائزہ لیا، یہ جائزہ جو اس مقالے کی ضرورت سے لینا پڑا، ایک قسم کی ریاضت سے کم نہ تھا مگر یہ بات کھل کر سامنے آ گئی کہ ان کاغذات میں جو وعدہ درج ہے کہ ایک مقررہ حد تک تھرڈ پارٹی کے نقصانات کی تلافی کی جائے گی۔ اس پر عمل کیوں نہیں ہوتا اور اس انشورنس سے گاڑی والے یا تھرڈ پارٹی کو کوئی فائدہ کیوں نہیں پہنچتا؟ جو صورتحال سامنے آئی قارئین کی دلچسپی کے لئے درج ہے:

اس انشورنس پالیسی سے متعلق ان کاغذات میں ساری تفصیلات انگریزی زبان میں باریک ٹائپ پر چھاپی گئی ہیں، صرف مندرجہ ذیل عبارت جو گاڑی والے کی ذمہ داری سے متعلق ہے اور سزا کی سخت دھمکی پر مشتمل ہے اردو میں اور نسبتاً موٹے حروف میں

ہے، ملاحظہ ہو: "ضروری ہدایت: موٹر وہیکلز ایکٹ 1939 کی دفعہ 125/94 کے تحت بغیر انشورنس گاڑی چلانا، یا چلانے کی اجازت دینا قانوناً جرم ہے۔ بغیر انشورنس گاڑی چلانے والے کے لئے 3 ماہ تک قید، جرمانہ یا دونوں سزائیں بیک وقت مقرر ہیں"۔

گاڑی والے کی یہ ذمہ داری اور دھمکی تو کمپنی نے بڑی صاف گوئی اور بے تکلفی سے واضح حروف میں بلکہ اردو میں بھی چھاپ دی ہے۔ لیکن کمپنی کی ذمہ داری کیا ہے؟ اور وہ اس فیس کے عوض کیا دینے کا وعدہ کرتی ہے؟ یہ بات صرف انگریزی زبان میں چھاپی گئی ہے تاکہ موٹر رکشہ والے، ٹیکسی ڈرائیور اور ٹرک ڈرائیوروں جیسے کم پڑھے لکھے لوگ ان کو پڑھنے کا ارادہ بھی نہ کر سکیں خصوصاً پاکستان جیسے ملک میں۔ پھر کمپنی کی یہ ذمہ داری اور متعلقہ تفصیلات باریک ٹائپ پر چھاپی گئی ہیں، کمزور بینائی والا انہیں ذہنی کوفت کے بغیر نہیں پڑھ سکتا۔ ان کاغذات میں تلافی نقصان کے لئے زیادہ سے زیادہ جس رقم کا وعدہ کیا گیا ہے وہ مضحکہ خیز حد تک اتنی کم ہے کہ اسے ٹریفک حادثے کے مقابلے میں برائے نام ہی کہا جا سکتا ہے یعنی صرف بیس ہزار۔ انشورنس کمپنی اس سے زیادہ ادا کرنے کی ہرگز ذمہ دار نہیں۔ اگرچہ نقصان لاکھوں کا یا بے چارے تھرڈ پارٹی کی جان ہی کا ہو گیا ہو۔ (5) یہ وعدہ اتنی زیادہ شرائط کے ساتھ مشروط ہے کہ ان کو پورا کرنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں۔ (6) پھر اس وعدے سے بچنے کے لئے کمپنی کو اتنے اختیارات دیئے گئے ہیں کہ ان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ کمپنی اور متعلقہ قانون دراصل کسی قسم کی تلافی نقصان کا ارادہ ہی نہیں رکھتے۔ (7) اس قانونی تحریر میں انشورنس کمپنی کو جگہ جگہ یہ اختیار بھی دیا گیا ہے کہ وہ اس حقیر رقم کا دعوی کرنے والے کے خلاف عدالت مین اپنا دفاع کرے۔ (8) اس رقم کے بوجھ سے کمپنی کو بچانے کے لئے اس قانون میں اتنی صورتیں مستثنی کر دی گئی ہیں کہ ان کے ہوتے ہوئے کسی سمجھدار آدمی کو اس حقیر رقم کی بھی امید نہیں رکھنی چاہئے۔ (9) اس رقم کی حد تک کمپنی سے تلافی نقصان کا مطالبہ کرنے اور اپنا حق حاصل کرنے کا طریقہ کار کیا ہوگا؟ وہ بھی اچھا خاصا مبہم ہے۔ (10) یہ ساری تفصیلات ایسی فنی اصطلاحوں اور قانونی زبان میں لکھی گئی ہیں کہ ان کو سمجھنے کے لئے صرف انگریزی جاننا کافی نہیں بلکہ تلافی نقصان کا مطالبہ کرنے والے کو قانونی زبان سے بھی اچھی شدبد ہونی ضروری ہے یا پھر وہ کسی وکیل سے مدد لے۔ اس کی جو فیس وکیل کو دی جائے گی اس کا اندازہ آپ خود کر لیجئے۔ (11) جس گاڑی کے کاغذات اس وقت میرے سامنے ہیں، اس کی سال (2009) تھرڈ پارٹی انشورنس کی طبع شدہ فیس 466/- روپے ہے، وہیں اس کی یہ تفصیل درج ہے کہ اس میں: (1) پریمیم (یعنی خالص انشورنس کی فیس جو کمپنی کے لئے ہے) 400 روپے۔ (2) انتظامی سرچارج (پتہ نہیں یہ کس کو ملتا ہے؟) 20/= روپے۔ (3) سینٹرل ایکسائز ڈیوٹی 40/= روپے۔ (4) فیڈرل انشورنس فیس (اس کا بھی پتہ نہیں کس کو ملتی ہے؟) 4/=۔ (5) اسٹمپ ڈیوٹی 2/=۔ سب شامل ہے جس کا میزان 466/= روپے ہے۔

اب یہ فیس سال رواں 2013 میں 470/= وصول کی گئی ہے۔ (12) یہ فیس صرف ایک سال کے لئے کارآمد ہے، اگلے ہر سال کے لئے الگ فیس ادا کرنا ضروری ہے۔ (13) اس فیس کی ادائیگی پر کمپنی کی طرف سے جو انشورنس کا سرٹیفکیٹ پولیس کے چالان سے بچنے کے لئے گاڑی کے مالک کو ملتا ہے، وہ گاڑی کے کسی نئے مالک کو منتقل نہیں کیا جا سکتا، سال بھر میں اس گاڑی کے جتنے مالک تبدیل ہوں گے، ان سب کو اپنی اپنی فیس الگ الگ ادا کرنی ہوگی، ورنہ سب کا چالان ہو گا۔ (14) کمپنی سے تلافی نقصان کی یہ

حقیر رقم یعنی بیس ہزار روپے (20000/=) حاصل کرنے کیلئے جو طریقہ تحریر کیا گیا ہے اسے اچھی طرح سمجھنا اور اس کے مطابق کارروائی پاکستان جیسے ملک میں کرنا عملاً کسی وکیل کے بغیر تقریباً ناممکن ہے۔(15) کمپنی کا ہیڈ آفس لاہور میں اور زونل آفس کراچی میں ہے، اب خود ہی اندازہ کریجئے کہ جس حادثے میں تھرڈ پارٹی کی جان یا گاڑی کو بھاری نقصان پہنچا ہے اور وہ ان دونوں شہروں سے دور رہتا ہے، اس کی رسائی کمپنی کے دفتر تک کیسے ہوگی؟ اس کے لئے تو اپنے فوری علاج یا گاڑی کی مرمت ہی سب سے بڑا مشکل مسئلہ ہے، ایسے میں آپ تصور کیجئے وہ مصیبت زدہ انسان کیا صرف بیس ہزار روپے کے گول مول وعدے پر اپنی قسمت آزمائی کے لئے وکیل کی فیس، لاہور یا کراچی کے سفر، وہاں کے قیام وطعام کے مصارف اور انشورنس جیسے طاقتور ادارے سے نامعلوم مدت تک مقدمہ بازی کی نئی مصیبت مول لینے کی ہمت یا حماقت کر سکے گا؟ اور اگر بالفرض وہ کراچی یا لاہور ہی میں ہے تب بھی کیا وہ بیس ہزار روپے سے کئی گنا زیادہ خرچ اور یہ ساری مصیبتیں جھیلنے کے بجائے اسی میں اپنی عافیت نہیں پائے گا کہ وہ کمپنی کے اس موہوم وعدے کو بھول جائے اور جو انشورنس فیس کمپنی نے اس سے ہر سال وصول کی ہے، اسے بھی بھتہ مافیا کے بھتوں کی طرح ایک جبری بھتہ خوری سمجھ کر صبر کر بیٹھے۔

بلکہ اصل حقیقت تو یہ ہے کہ گاڑی کے مالکان عام طور سے یہ جبری بھتہ بھی دیگر سرکاری ٹیکسوں کی طرح کا ایک ٹیکس ہی سمجھ کر بے چوں وچرا مجبوراً دیتے رہتے ہیں، بہت سوں کو یہ خبر بھی نہیں ہوتی کہ یہ رقم سرکاری خزانے کے بجائے کمپنی کے سرمایہ داروں کے پاس جارہی ہے۔ یوں تو یہ انشورنس فیس بظاہر صرف سیکڑوں میں ہوتی ہے مگر انشورنس کمپنی کے سرمائے میں اس سے ہر سال کتنا زبردست اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ کچھ اعداد وشمار اس کے بھی ملاحظہ ہوں: کراچی میں گاڑیوں کی تعداد:۔ کراچی ٹریفک پولیس کے ڈی آئی جی کی رپورٹ جو 16/اپریل 2008 کو جاری ہوئی اس کے مطابق کراچی میں کل رجسٹرڈ گاڑیوں کی تعداد 2007 میں 18,09,500 (اٹھارہ لاکھ نوہزار پانچ سو) تھی۔ اس رپورٹ میں یہ تفصیل بھی دی گئی ہے کہ کراچی شہر میں 2002 سے 2007 تک ہر سال گاڑیوں میں کتنا اضافہ ہوتا رہا ہے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہر سال اضافے کی شرح بھی بڑھتی چلی گئی ہے چنانچہ 2006 میں 1,78,763 گاڑیوں کا اضافہ ہوا تھا اور 2007 میں 1,98,743 (ایک لاکھ اٹھانوے ہزار سات سو سینتالیس) گاڑیوں کا اضافہ ہوا۔ اب نئی رپورٹ جس میں 31 دسمبر 2011 تک کے اعداد وشمار ہیں اس کے مطابق کراچی شہر میں کل رجسٹرڈ گاڑیوں کی تعداد 26,14,580 (چھبیس لاکھ چودہ ہزار پانچ سو اسی) ہے۔ پیچھے تفصیل آچکی ہے کہ انشورنس فیس 466/= روپے میں سے کمپنی کو 400/= روپے ایک گاڑی پر ملتے ہیں۔ یہ تو اس تفصیل کے مطابق ہے جو میری گاڑی کے کاغذات میں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ چھوٹی گاڑیوں مثلاً موٹر سائیکلوں کی فیس اس سے کم اور بڑی گاڑیوں مثلاً بس اور ٹرک وغیرہ کی فیس اس سے زیادہ ہوتی ہو، نیز معلوم ہوا کہ کمپنی سخاوت کرتے ہوئے بعض لوگوں اور اداروں کی فیس میں کچھ کمی بھی کر دیتی ہے اس لئے ہم کمپنی کے ساتھ رعایت کرتے ہوئے اس کی فیس 400/= سے گھٹا کر 300/= روپے فرض کر لیتے ہیں اور 2011 میں کراچی کی گاڑیوں کی تعداد 26,14,580 کو 300 سے ضرب دیتے ہیں تو ٹوٹل 78,43,74,000 روپے۔ یہ اٹھتر کروڑ روپے سے زیادہ رقم (یا اس سے کم وبیش) جو عوام سے کمپنی کو قانون کے زور پر دلوائی گئی، یہ زبردستی کی (ریاستی بدمعاشی اور: از ناقل) بھتہ خوری نہیں تو کیا ہے؟

یہ تو صرف کراچی کے اعداد و شمار ہیں، پورے پاکستان میں 2007 میں گاڑیوں کی تعداد کیا تھی؟ روزنامہ جنگ کے ڈیویلپمنٹ رپورٹنگ سیل کی رپورٹ مورخہ 25/اگست 2008 میں یہ تعداد باسٹھ لاکھ دس ہزار (62,10,000) بتائی گئی ہے۔ اس رپورٹ میں یہ واضح نہیں کہ اس تعداد میں چھوٹی گاڑیاں مثلاً موٹر سائیکلیں اور بڑی سے بڑی گاڑیاں مثلاً ٹرک بسیں اور ٹرالر بھی شامل ہیں یا نہیں؟ جبکہ صرف کراچی شہر سے متعلق رپورٹ میں ان سب قسم کی گاڑیوں کو شمار کیا گیا ہے۔

سالِ رواں 2013 میں ورلڈ بنک کی رپورٹ کے مطابق پورے ملک میں گاڑیوں کی تعداد ستر لاکھ (70,00,000) بتائی گئی ہے۔ پاکستان بھر کی گاڑیوں کی مذکورہ بالا تعداد (70,00,000) میں بالفرض سب قسم کی گاڑیاں شمار کرلی گئی ہیں۔ اس تعدا کو تین سو (300) سے ضرب دے کر جواب (2,10,00,00,000) آتا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر یہ اعداد و شمار درست ہیں تو صرف ایک سال میں اس انشورنس کی فیس کمپنی (کمپنیوں) کو دو ارب دس کروڑ روپے دلوائی گئی ہے۔ پیچھے آچکا ہے کہ ہر سال گاڑیوں کی تعداد میں لاکھوں کے حساب سے اضافہ ہو رہا ہے، اس لحاظ سے ہر سال کمپنی (کمپنیوں) کی انشورنس کی فیس میں بھی کروڑوں روپے کا اضافہ ہو رہا ہے۔ انشورنس کمپنیوں کے لئے غریب اور بدحال عوام سے سالانہ اربوں روپے کی ایسی لوٹ مار کو قانونی جواز (اور ریاستی طاقت :ناقل) فراہم کرنا، اسے بیوروکریسی اور سرمایہ داروں کی خون آشام ملی بھگت کے سوا کیا نام دیا جائے؟ یہ ایک چھوٹا سا چور دروازہ ہے، جس سے آپ دیکھ رہے ہیں، عوام کی دولت کیسی معصومیت اور خوبصورتی کے ساتھ سرمایہ داروں کی جھولی میں ڈال دی جاتی ہے، نظام سرمایہ داری کا، اس نظر سے تفصیلی جائزہ لیا جائے تو نہ جانے ایسے کتنے چھوٹے بڑے خوبصورت چور دروازے دیکھنے کو مل جائیں گے اور ان کو ایجاد کرنے والی یہودی ذہن کی چالاکی کی داد دینی پڑے گی۔ غرض نظام سرمایہ داری ایک ایسی خوبصورت مگر انتہائی مہلک چکی ہے جس کا ایک پاٹ بیوروکریسی (حکمران) اور دوسرا پاٹ وہ سرمایہ دار ہوتے ہیں جو حلال و حرام کی پابندیوں سے آزاد ہوں۔ ان دو پاٹوں کے درمیان عوام کو انتہائی بے رحمی کے ساتھ جمہوریت کے نام پر اس چالاکی سے پیسا جاتا ہے کہ پسنے والوں کو پتہ بھی نہیں چلتا کہ پیسنے والا کون ہے؟

دامن پہ کوئی چھینٹ نہ خنجر پہ کوئی داغ
تم قتل کرو ہو کہ کرامات کرو ہو!